OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

Al-Nasr Volume 3, Issue 2 (April-June 2024)

# 'حضرت محمد اور اسلام' از پنڈت سندر لال: منہج و اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

# An Analytical Study of *Sunder Lal's* Book: '*Ḥazrat* Muhammad and Islam

Shumaila Saleem D/O Muhammad Saleem
*MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, The Women University Multan*
Dr Sumaira Safdar
*Lecturer, Department of Islamic Studies, Women University Multan*

## Abstract

Many researchers, orientalists, and non-Muslim scholars worldwide have written numerous books on the authenticity of Islam and the personality of Prophet Muhammad (PBUH). Some of these books are unbiased and based on knowledge and research, presenting the true teachings of Islam and the biography of the Prophet in a better way to the world. In this context, Sundar Lal's book "Prophet Muhammad and Islam" is an important document. Orientalists have researched various aspects of Islamic teachings and the personality of Prophet Muhammad. While some of their efforts are biased, there are also instances of impartiality and genuine analysis. Orientalists have written many books and articles on Islamic history, the Holy Quran, Hadith, and the biography of the Prophet. Their research has provided opportunities to further examine and understand Islamic teachings on an academic level. Sundar Lal's book includes some of the best efforts that reflect his unbiased research: a comprehensive analysis of the life of the Prophet, an explanation of the principles and regulations of Islam, and a coherent writing of the revolutionary

CC BY

messages of Islam. The presence of unbiased books like Sundar Lal's "Prophet Muhammad (PBUH) and Islam" helps in understanding the authenticity of Islam and its true teachings. The unbiased research of non-Muslim scholars helps dispel misconceptions about Islam and brings its true teachings to light. The publication of such books increases the authenticity and truth of Islamic teachings, aiding people worldwide in understanding the true spirit of Islam.

**Keywords:** orientalists، authenticity of Islam، personality of Prophet Muhammad

## تمہید

پنڈت سندر لال ۲۶ ستمبر ۱۸۸۶ء کو مظفر نگر، اتر پردیش انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤ واجداد کا تعلق اسی ضلع سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اسی علاقے سے حاصل کی اور دہلی میں ان کا زیادہ وقت اور زندگی کا آخری وقت گزرا۔ محکمہ پولیس میں ملازمت کے پیشے سے منسلک رہے۔ انہوں نے برصغیر کو انگریزوں کے تسلط سے نجات دلانے کے لیے خطابت و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے جو کتابیں لکھیں ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:

- گیتا اور قرآن
- ہندو مسلم ایکتا
- پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے
- دستور العمل
- سن ستاون
- حضرت محمد ﷺ اور اسلام

سندر لال نہ صرف ایک مصنف و ادیب تھے بلکہ ایک قادر الکلام خطیب بھی تھے۔ انہوں نے برصغیر کے سیاسی منظر نامہ بھی خاطر خواہ دلچسپی لی اور خوب تقاریر کیں ان کی تقاریر میں خدا ترسی، محبت اور ایثار جیسی صفات کا ساری زندگی خوب درس دیا۔ انہوں نے ہندو، مسلم اتحاد کی خوب کوشش کی اور آزادی کے حصول کے لیے انگریزوں کے خلاف ڈٹ کر آواز بلند کی۔ ان کی محفل میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے اور ان کی آمد کا انتظار کرتے اور خطابات کو خوب سنتے۔ ان کی تقاریر میں دکھی انسانیت کی خدمت کا موضوع سر فہرست ہے۔ انہوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو متحد کرنے کے لیے خوب کوشش کی۔ وہ دھرم کے فرق کو پس پشت ڈال کر متحد ہو کر اپنے وطن کی آزادی کی دوڑ دھوپ کرتے تھے۔ ان کے بارے میں آل احمد سرور یوں لکھتے ہیں:

> ''پنڈت سندر لال، ملک کے اُن قومی رہ نماؤں میں سے ہیں جنھیں خلوص، نظر دردمندی اور شعور کی انمول دولت ملی ہے۔ گاندھی جی کی رفاقت نے ان میں حق پرستی اور حق گوئی پیدا کی۔ مختلف مذاہب کے ہمدردانہ مطالعے نے ان میں رواداری، اخلاق اور انسانیت کی قدریں راسخ کیں۔''[1]

پنڈت سندر لال نے برصغیر کے سیاسی منظر نامہ میں خوب شہرت کمائی اور خوب جوش خطابت سے اس خطے کے مسلم و ہندو نوجوانوں کے خون کو انگریز سرکار کے خلاف گرمایا۔ وہ ایک قلمکار کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں انہوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کیا اور جو کتابیں لکھیں ان کے موضوعات میں برصغیر کی انگریز سرکار کے ناجائز تسلط سے نجات سرفہرست نظر آتا ہے۔ ان کی وفات ۹ مئی ۱۹۸۳ء کو دہلی میں ہوئی۔ مذہب و دھرم سے ہٹ کر سندر لال کو ایک اعلیٰ صفت انسان اور رحم دل راہبر کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود ایک رحم دل، اعلیٰ سیرت اور عمدہ صفات کے مالک تھے۔ انہوں نے جنگ آزادی کے حالات کو موضوع سخن بنایا۔ اس خونی جنگ کے اثرات کو الفاظ کی صورت میں دکھانے کے لیے انہوں نے کئی تحریریں لکھی ہیں۔ انہوں نے برصغیر کے ہندو و مسلم نوجوانوں کو وطن پرستی اور جذبہ حب الوطنی کی جانب خوب گامزن کیا ان کے اس جذبہ کے متعلق آل احمد سرور مزید یوں لکھتے ہیں:

> ''اُن کی وطن پرستی نے انھیں وطن کی ساری تاریخ سے محبت سکھائی اور ان کی ہندوستانیت نے اُنھیں دوسرے ملکوں کی اچھی خصوصیات کا اعتراف کرنے پر آمادہ کیا۔ وہ اس حقیقت کا برابر اظہار کرتے رہے ہیں کہ سچی وطنیت بین الاقوامیت کے قصر کی تعمیر کے لیے پہلی اینٹ کا کام دیتی ہے۔ انھوں نے ہماری ہر اہم قومی تحریک میں حصہ لیا ہے۔''[2]

### حضرت محمد ﷺ اور اسلام

سیرت نگاری، جسے اصطلاح شریعت میں سراپا نگاری کہا جاتا ہے، ایک ایسا منفرد فن ہے جس میں رسولِ اکرم حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات کو انتہائی خوبصورتی اور محبت کے ساتھ قلمبند کیا جاتا ہے۔ اس فن کی عظمت میں نہ صرف مسلمان سیرت نگاروں نے اپنی بے مثال محنت اور عشق کا مظاہرہ کیا ہے، بلکہ غیر مسلم سیرت نگاروں نے بھی اپنی نگارشات میں پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ جب کوئی مسلمان سیرت نگار اس موضوع پر لکھتا ہے تو عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اُس نے بحیثیت مومن اپنے پیارے نبی ﷺ کی سیرت کو مثبت انداز میں بیان کیا ہے۔ لیکن جب کوئی غیر مسلم اس وادی میں قدم رکھتا ہے تو سوالات کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ اُس نے بطور ایک غیر مسلم رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر کیوں قلم اٹھایا؟ کیا اُس کی تحریر میں محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو ہے یا بغض رسول ﷺ کا زہر؟ تاریخ گواہ ہے کہ مستشرقین نے ہر دور میں سیرتِ رسول ﷺ پر مختلف اعتراضات کیے ہیں۔ اس لیے کسی غیر مسلم سیرت نگار کی کتاب پر تحقیق کرنا از حد ضروری ہو جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اُس نے یہ کتاب کس مقصد کے تحت لکھی ہے اور اس کی تحریر میں کیا خوبیاں اور خامیاں پوشیدہ ہیں۔ سندر لال بھی ایک غیر مسلم ہندو سیرت نگار ہیں جنہوں نے سیرت رسول ﷺ پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کا تنقیدی جائزہ اس مقالے میں پیش کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو اس کی اصلیت اور اہمیت کا بخوبی علم ہو سکے۔ یہ تجزیہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ غیر مسلم سیرت نگار کی تحریروں کو کس زاویے سے دیکھا جائے اور مطالعے کے دوران کن پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جائے۔ اس قسم کی تحقیق نہ صرف سیرت نگاری کے فن کو بہتر طور پر سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے بلکہ مختلف نقطہ نظر کو بھی سامنے لاتی ہے، جس سے علم کی روشنی اور حقیقت کی تلاش مزید روشن ہوتی ہے۔ سندر لال کی سیرت محمد یہ ﷺ سے متعلقہ اس کتاب میں آنحضور ﷺ کی زندگی کا خوب احاطہ کیا گیا ہے یہ کتاب ۱۹۴۲ء کو وسوانی پریس انڈیا سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے موضوعات میں عربوں کا دیش، عربوں کا رہن سہن، عربوں کا دھرم، عربوں کی حکومت، محمد صاحب کا جنم، پہلے پچیس سال، گرہستی، الامین، ایشور کی آواز، ایکانت میں رہنا، مشن شروع، مصیبتوں کے تیرہ سال، مدینہ میں راجہ کی حیثیت سے، اسلام پھیلانے کا طریقہ، مدینہ پر قریش کے

حملے، اسلام کے کچھ آپدیش دینے والے، دیش دغا کی سزا، مکہ کی پہلی یاترا، حدیبیہ کی صلح، مکہ کی دوسری یاترا، یہودیوں اور مسلمانوں میں میل، روم والوں سے لڑائی اور جیت، مکہ کی جیت، طئی قبیلہ کا مسلمان ہونا، مکہ کی آخری یاترا، اسلامی حکومت، پیغمبر کی شادیاں، آخری دن، پیغمبر کا رہن سہن، اسلام دھرم کا نچوڑ، آپدیش اور پرارتھنائیں (دعائیں) اور یورپ والوں کی کچھ رائیں[3] اس کتاب میں شامل ہیں۔

سندر لال ایک ایسے سیرت نگار ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے ہندو مذہب کا پرچار کیا بلکہ انہوں نے دنیا کی دیگر مذاہب کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا انہوں نے بر صغیر کے لوگوں میں مذہبی تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کی اور ہندو مسلم اتفاق و اتحاد کے لیے ہر ممکن کوشش کی ان کی کتابوں کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ وہ مسلم اتحاد کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہے ان کے بارے میں بشمبھر ناتھ لکھتے ہیں:

> "پنڈت سندر لال جی کئی سال سے دنیا کے دھرم، مذہب او کلچر پر ایک بڑی کتاب لکھ رہے ہیں جو کئی وجہوں سے ابھی پوری نہیں ہو سکی "حضرت محمد اور اسلام" اُسی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ کچھ دوستوں کے کہنے پر اور اس کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اسے الگ چھ آپ کر نکالا جارہا ہے۔ اس کی بولی آسان رکھی گئی ہے کہ سب سمجھ سکیں۔ ناگری اور اُردو دونوں لکھاوٹوں میں یہ ایک ہی بولی میں چھ آپی گئی ہے۔ یہ کتاب دونوں لکھاوٹوں میں ہمارے یہاں سے مل سکتی ہے۔"[4]

سندر لال نے ہندو مذہب کے علاوہ دنیا کے دیگر مذاہب اور ان کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس ضمن میں انہوں نے دنیا کے مذاہب پر کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے دین اسلام اور اس دین کے پیشوا حضرت محمد ﷺ کے متعلق کتاب لکھ ڈالی۔ یہ کتاب دراصل اس بڑی کتاب کا چھوٹا سا حصہ ہے جو وہ دنیا کے مذاہب کے متعلق لکھنا چاہتے تھے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انتہا پسندی کی بجائے اتحاد بین المذاہب کو اہمیت دی ہے۔ کتاب کے لکھنے کی وجہ کوئی بھی ہو لیکن یہ بات طے ہے کہ انہوں نے بر صغیر کے مسلمانوں کے نہ صرف دل جیتے بلکہ دین اسلام کی آفاقیت کو قبول کر کے پیغمبر اسلام ﷺ کو دنیا کے دیگر مصلحین پر فوقیت دی ہے۔

### سندر لال کی تصنیف کی خوبیاں

سندر لال کی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی یہ خوبی ہے کہ کتاب شروع سے آخر میں مربوط انداز میں لکھی گئی ہے۔ سیرت کی دیگر کتب کی طرح آغاز میں قبل از اسلام عربوں کی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے انہوں نے آنحضور ﷺ کی آمد سے قبل کے حالات کی منظر کشی احسن انداز میں کی ہے کہ عربوں کی حالت زار اس بات کا تقاضا کر رہی تھی کہ ایک ایسا مصلح اس خطے میں تشریف لائے جو اس کی حالت کو تبدیل کرے۔ نہ صرف عرب کا خطہ اس بات کا متقاضی تھا بلکہ عجم کے خطوں میں بھی جہالت اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی۔ عرب کے منظر نامہ کو سندر لال نے یوں بیان کیا ہے:

> "ان گھریلو لڑائیوں میں جو مرد عورت یا بچے قید کر لیے جاتے تھے وہ غلاموں کی طرح رکھے جاتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک بہت برا تھا۔ جانوروں کی طرح بازاروں میں وہ بیچے جاتے تھے۔ کسی غلام کو مار ڈالنے کی کہیں کوئی سزا نہ تھی۔ غلام عورتوں کو اکثر ناچنا گانا سکھایا جاتا تھا۔"[5]

سندر لال کی عربوں کے حالات کی منظر کشی بہترین انداز میں کی ہے کہ ان کے ہاں تہذیب و شرافت کی دھجیاں بکھری ہوئی تھیں۔ غلاموں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ یتیموں کی حالت زار ہو چکی تھی۔ قبائلی نظام کے ساتھ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون لاگو ہو چکا تھا۔ مصنف نے پوری ایمانداری کے ساتھ عرب کے حالات کا نقشہ کھینچا اور عرب کے ساتھ اس کے آس

پاس کے خطوں کی حالت کو بھی بخوبی بیان کیا ہے۔ سیرت طیبہ کی وہ کتاب عمدہ کتاب متصور کی جاتی ہے جس میں عربوں کے حالات کے بعد قریش کی خاندانی شرافت وسیادت سے ابتدا کی گئی ہو اور آنحضور ﷺ کی زندگی کے واقعات کو مربوط انداز میں پیش کیا گیا ہو۔ تاریخ طبری میں قریش کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے:

"ابن الکلبی کہتا ہے کہ قریش کے معنی نسب کا دیوان ہیں یہ نہ کوئی باپ ہے نہ ماں نہ مربی نہ مربیۂ دوسرے ارباب سیر کہتے ہیں کہ بنو النضر بن کنانہ کا نام قریش یوں ہوا کہ ایک دن نضر بن کنانہ اپنی قوم کی چوپال میں آیا جو لوگ وہاں تھے ان میں کسی نے دوسرے سے کہا نفر دیکھو وہ ایک بڑا زبردست اونٹ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش کا یہ نام ایک بحری جانور کے نام پر رکھا گیا ہے جسے قرش کہتے ہیں اور جو تمام دوسرے بحری جانداروں کو کھالیتا ہے اور چونکہ وہ بحری جانوروں میں سب سے زیادہ قومی اور طاقت ور ہے اس لیے بنو النضر بن کنانہ کو اس سے مشابہت دی گئی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ نضر بن کنانہ لوگوں کے حالات کی تفتیش کر کے اپنے مال سے ان کی حاجت برآری کرتا تھا اور قریش کے معنی ان کے بیان کے مطابق تفتیش کے ہیں۔"[6]

سندر لال نے آنحضور ﷺ کی خاندانی سیادت و شرافت کو بھی دیگر سیرت نگاروں کی طرح مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کے دادا سے پہلے کا خاندانی نسب نامہ اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مکہ میں سب سے زیادہ عزت آبرو والا قبیلہ ان دنوں قریش کا قبیلہ تھا۔ قریش کا سردار ہی مکہ کے چھوٹے سے چھوٹے راج کا مالک یا حاکم ہوتا تھا۔ اور وہی کعبہ کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ محمد صاحب کے پردادا ہاشم جن کے نام پر محمد صاحب کے خاندان کے لوگ بنی ہاشم کہلاتے تھے۔ اپنے زمانہ میں مکہ کے حاکم تھے اور لوگ انھیں بڑے آدر اور پریم سے دیکھتے تھے۔"[7]

مکہ میں قبائلی نظام ہونے کی وجہ سے یہ خطہ مختلف قبائل میں تقسیم تھا۔ ہر قبیلہ کا الگ سردار تھا اور قبیلہ قریش کے پاس خانہ کعبہ کی تولیت ہونے کی وجہ سے اسے باقی قبائل میں ممتاز مقام حاصل تھا اور اس قبیلے کے سردار ہاشم تھے جو آنحضور ﷺ کے جد امجد تھے۔ ان کا جاہ و جلال اور عزت و وقار سب قبائل میں مسلم تھا، خانہ کعبہ کی تولیت ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی خوب عزت کرتے تھے۔ سندر لال نے آنحضور ﷺ کی خاندانی سیادت و شرافت کا حال بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کی پیدائش کے واقعات بھی بیان کیے اور عام الفیل کے احوال بھی بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت کے معجزات بھی بیان کیے ہیں۔ مصنف نے آپ ﷺ کا سفر شام کا تذکرہ بھی اپنی کتاب میں کرتے ہیں۔ مصنف نے آنحضور ﷺ کی صداقت و امانت کے متعلق عمدہ انداز میں لکھا ہے کہ مشرکین مکہ بھی آپ ﷺ کے دشمن ہونے کے باوجود صادق و امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آنحضور ﷺ نے بچپن ہی سے کھیل تماشا اور لہو و لعب سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی۔ جس عمر میں عام نوجوان کھیل تماشوں اور میلوں ٹھیلوں میں وقت گزارتے ہیں آنحضور ﷺ اس عمر میں تنہائی میں سوچتے رہتے اور لوگوں کے کام آتے تھے۔

"۲۵ سال کی عمر تک اس زمانہ کے تمام بیانوں سے محمد صاحب کی ایمانداری اور نیک چلنی کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ جب ان کی عمر کے لوگ مکہ میں جیسا رواج تھا شاعری کرنے اور آوارہ پھرنے میں آپنا وقت کھوتے تھے محمد صاحب کو جب کبھی اپنے کاروبار سے فرصت ملتی وہ ایکانت میں کچھ نہ کچھ سوچتے دکھائی دیتے تھے۔"[8]

سندر لال نے اپنی کتاب کو مربوط انداز میں لکھا ہے اور سیرت طیبہ کی ان باتوں کو خاصی اہمیت دی ہے جو باقی سیرت نگاروں کی کتب میں بھی پائی جاتی ہیں۔ آنحضور ﷺ کی جوانی و لڑکپن کے واقعات میں پرہیز گاری کے واقعات کو بھی انہوں نے بیان کیا ہے جب آپ ﷺ کی عمر مبارک لگ بھگ تیس سال تھی ان دنوں آپ ﷺ تنہائی میں عبادت و ریاضت کرتے آپ ﷺ کی لوگوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت زید غلام کی حیثیت سے آپ ﷺ کے سپرد ہوئے تو ان کے والد نے انہیں واپس لے جانا چاہا مگر حضرت زید نے آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ سندر لال نے آنحضور ﷺ کی خاندانی شرافت، عزت و وقار، پیدائش، صداقت و امانت کے بارے میں بیان کرنے کے بعد منصب نبوت و رسالت کے مشن پر بات کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام مل چکا تھا کہ اپنی قوم کو راہ راست لانے کے لیے انہیں تبلیغ کریں تو آپ ﷺ پر سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ" [9]

"پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو لوتھڑے سے بنایا، پڑھئے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

یہ پہلی وحی تھی جو آپ ﷺ پر بوجھ ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ فوراً گھر تشریف لائے اور چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی بھی مایوس نہیں کرے گا کیوں کہ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، یتیموں کی کفالت کرتے ہیں اور مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں انہوں نے سارا واقعہ سن کر بتایا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں، آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو گھر سے نکالے گی، کاش اس وقت تک میں زندہ رہوں اور کچھ مدد کر سکوں۔ سندر لال اس بارے میں مزید یوں لکھتے ہیں:

"اس گھڑی سے ہی محمد صاحب کو اپنے مشن کا پورا یقین ہو گیا۔ اُن کی باقی عمر اپنے جیون کی اسی زبردست غرض کو پورا کرنے کی کوششوں میں خرچ ہوئی۔ انھوں نے اب دنیا کے اور سب کاموں سے الگ ہو کر مکے ہیں سب لوگوں کو اپنے ایشور کا سندیشہ سنانا شروع کیا۔"[10]

سندر لال بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت کی تصدیق جب ایک عیسائی و یہودی عالم ورقہ بن نوفل سے ہو گئی تو آپ ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا پختہ یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانا شروع کر دیا۔ پھر اس راہ میں جتنی بھی رکاوٹیں اور پریشانیاں آئیں آپ ﷺ نے ان کی پروانہ کی اور مسلسل تکالیف برداشت کرتے رہے اور لوگوں کو حق کی راہ کی جانب بلاتے رہے۔ اپنے مشن کی تکمیل تک صبر، استقلال، عزم و ہمت سے کام لیا۔ ورقہ کی تسلی کے بعد بھی آپ ﷺ پر کوئی تسلی کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ پھر چھ ماہ بعد ایک دن ایشور کی جانب سے ایک اور پیغام آیا: یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ، وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ [11] "اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی پاکی بیان کرو اور اپنے صاف رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔" سورۃ المدثر کی ان آیات کے توسط سے آپ ﷺ کو تبلیغ دین کے اصول سکھائے گئے اور امت کی تبلیغ کا سبق سکھایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے لیے یہ الفاظ خاص ہیں بلکہ امت کے لیے بھی انہی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ سندر لال نے اپنے اس مشن کو پورا کرنے کے لیے تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا۔ مکہ میں مسلسل تیرہ سال آپ ﷺ نے کفار مکہ کا ظلم و ستم برداشت کیا۔ قریش مکہ کا لگاتار دشمنیوں کا سامنا آپ ﷺ نے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔

قریش مکہ نے آپ ﷺ کو تبلیغ دین کے پرچار سے باز رکھنے کے لیے ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے مگر آپ ﷺ نے ان کی کوئی پروانہ کی اور مسلسل جدوجہد کرتے رہے لگاتار تین سال دین اسلام کی تبلیغ کے نتیجے میں محض چالیس لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے مگر آپ ﷺ نے حوصلہ پست کیے بغیر مکہ سے طائف تشریف لے گئے ان لوگوں نے بھی آپ ﷺ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ حضرت خدیجہ، حضرت علی، ابو بکر و حضرت عثمان نے آپ ﷺ پر ایمان لانے میں سبقت کی۔ قریش مکہ نے گالم گلوچ، ڈرانے دھمکانے اور مسلسل تنگ کرنے کی روش اپنائی اور نماز کی حالت میں گستاخیاں شروع کر دیں۔ مردہ جانوروں کی انتڑیاں بھی پھینکنے لگے۔ پتھر مار کر کئی بار گھائل کر دیا مگر آپ ﷺ دین کی تبلیغ سے باز نہ آئے۔

قریش مکہ نے نہ صرف آپ ﷺ کو تنگ کیا بلکہ ان اصحاب کو بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جو آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ حضرت بلال حبشی کا تذکرہ مصنف نے کیا کہ ان کے مالک نے بہت ستایا لیکن وہ دین اسلام سے نہ پھرے۔ حضرت یاسر اور حضرت سمیہ کو شہید کرنے کا واقعہ بھی مصنف بیان کرتے ہیں۔ حضرت خبیبؓ کو بھی اسی پاداش میں ستایا گیا اور شہید کر دیا گیا تھا، آپ ﷺ کو بار بار کہا گیا کہ اسلام کو چھوڑ دو لیکن آپ ڈٹے رہے اور اپنی ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔ اس دوران سندر لال ہجرت حبشہ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ قریش مکہ کے مظالم سے تنگ آکر کچھ مسلمانوں لوگوں حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر قریش مکہ وہاں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس ج آپہنچے اور انہیں ورغلانے کی کوشش کی کہ ہمارے چند لوگ اپنے دین سے پھر کر تمہارے پاس پناہ لینے آگئے ہیں لہذا ان کو ہمارے حوالے کرو مگر نجاشی نے ان دونوں کی بات سنی۔ مسلمانوں کی طرف حضرت جعفر طیار نے تقریر کی نجاشی بادشاہ بھی اس دین اسلام کے مطمئن نظر آیا اور کفار مکہ کو خالی ہاتھ واپس بھیج دیا۔ اسی طرح سندر لال سفر طائف کا بھی تذکرہ اپنی کتاب میں کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے طائف کا سفر کیا مگر وہاں بھی لوگوں نے آپ ﷺ کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ اس دوران مکہ میں نبوت کے تیرہ سالوں کے ظلم وستم کی کہانی بیان کرنے کے بعد مصنف ہجرت مدینہ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ مدینہ سے ایک وفد آیا انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مدینہ آنے کی دعوت دی۔

> ''محمد صاحب ابو بکر اور ان کے گھروں کے لوگ مکہ میں رہ گئے۔ قریش کو اس کا پتہ چلا۔ انھوں نے سوچا ایسا نہ ہو کہ وہاں جا کر محمد کاہل اور بڑھ جاوے اور کبھی بعد میں ہمیں اور ہمارے شہر کو محمد سے زیاں نقصان پہنچے۔ قریش کی دشمنی اور بھڑکی۔ ابوسفیان مکہ کا حاکم تھا۔ اس نے قریش کے سرداروں کو جمع کر کے یہ طے کر دیا کہ محمد کو شہر سے زندہ نہ نکلنے دیا جائے۔''[12]

سندر لال آپ ﷺ کے مکہ میں مسلسل تبلیغ دین کے ان تیرہ سالوں کی روح پرور داستان سنانے کے بعد ہجرت مدینہ کی طرف بڑھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب کفار مکہ کے مسلسل ظلم وستم نے آپ ﷺ تنگ آگئے تو آپ ﷺ نے اپنے خدا کے حکم سے مدینہ میں ہجرت کرنے کا ارادہ فرمالیا مگر قریش مکہ نے مشورہ کیا کہ اگر یہ شخص مدینہ پہنچ گیا تو مدینہ والوں کو ہمارے خلاف کر دے گا اور وہاں دین اسلام کی تبلیغ دوبارہ شروع کر دے گا۔ ابوسفیان جو مکہ کا اس وقت سردار تھا اس نے مشورہ دیا کہ محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے۔ اب اگر کوئی ایک شخص آپ ﷺ کو قتل کرتا تو قبیلہ بنو ہاشم اس کے بدلہ لیتے تو یہ فیصلہ ہوا کہ ہر قبیلہ سے ایک فرد خنجر لے کر آئے گا اور محمد ﷺ کی پیٹھ میں گھونپ دے گا اس طرح تمام قبائل کی طرف ہی قتل منسوب کیا جائے گا اور الزام بھی تمام قبائل کے لوگوں کی طرف جائے گا بنو ہاشم کے لوگ تمام قبائل سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ اس طرح کی منصوبہ بندی کا حال سندر لال نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ سندر لال نے آنحضور ﷺ کی مکی زندگی کے واقعات کو کتاب کے پہلے حصہ میں بیان کرنے کے بعد انہوں نے دوسرے حصے میں مدنی زندگی کے اہم واقعات کے ساتھ

ساتھ دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے متعلق اہم باتیں بیان کی ہیں۔ ان کی کتاب میں آنحضور ﷺ کی مدنی زندگی کے واقعات میں سے ہجرت مدینہ، اسلام پھیلانے کا طریقہ، مدینہ پر قریش کے حملے، مبلغین اسلام، یہود کا مدینہ سے اخراج، فتح مکہ، صلح حدیبیہ، یہود سے تعلقات، غزوات، طئی قبیلہ کا مسلمان ہونا، اسلامی حکومت کی تشکیل، پیغمبر کی شادیاں اور آنحضور ﷺ کے آخری معمولات، پیغمبر کا رہن سہن، دین اسلام کا نچوڑ اور پیغمبر اسلام ﷺ کی دعائیں سمیت تمام اہم موضوعات کو بیان کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے یورپ والوں کی کچھ رائیں [13] بھی اپنی کتاب میں بیان کی ہیں۔

## سندر لال کی تصنیف میں بعض خامیاں

سندر لال نے آپ ﷺ کی زندگی کے واقعات کو مربوط انداز میں بیان کیا ہے مگر کچھ موضوعات ایسے ہیں جن کو غیر محققانہ انداز میں تحریر کئے گئے ہیں بلکہ ان کے موقف کو دیگر کتب کی روشنی میں تقویت نہیں ملتی ہے ایسے چند موضوعات ملاحظہ ہوں:

### آنحضور ﷺ کی ولادت کے وقت، تاریخ اور رضاعت

سندر لال نے آنحضور ﷺ کی ولادت کی تاریخ اور وقت یوں بیان کیے ہیں: "مکہ کے ایک بہت بڑے گھرانے کے اندر تاریخ ۹ ربیع الاول سوموار ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو سورج نکلنے کے وقت محمد صاحب کا جنم ہوا۔" [14] سیرت کی دیگر کتب میں ولادت کا وقت صبح صادق لکھا ہوا ہے مگر سندر لال نے سورج نکلنے کے وقت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اس کے علاوہ سیرت کی کثیر کتب میں آپ ﷺ کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول لکھی ہوئی ہے اور کم کتب میں ۱۲ ملتی ہے سندر لال کو چاہیے تھا کہ وہ کثیر روایات والی کتب سیرت کے مطابق اپنی کتاب میں لکھتے مگر انہوں نے ۹ ربیع الاول ہی درج کی ہے جو کہ درج ذیل سیرت نگاروں کے ہاں نہیں ملتی ہے۔

**علامہ ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:**

> "آپ ﷺ ماہ اپریل ۵۷۱ء مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔" [15]

**ابن ہشام کا موقف**

> "زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن الحق المطلبی کی روایت سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت دوشنبے کے روز ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سنہ فیل میں ہوئی" [16]

**پیر کرم شاہ الازہری کا موقف**

> "ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ دوشنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ جب مکہ کے سردار حضرت عبد المطلب کی جواں سال بیوہ بہو کے حسرت و یاس کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔" [17]

**ابن کثیر لکھتے ہیں**

> "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ عام الفیل میں بروز سوموار ۱۸ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اس روز مبعوث ہوئے اسی روز معراج ہوا اس روز ہجرت کی اور اسی روز فوت ہوئے" [18]

محمد اسلم قاسمی لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت کے بارے میں زبیر ابن بکار اور حافظ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا وقت صبح سویرے یعنی طلوع فجر کے وقت تھا۔ اس بات کا ثبوت آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کا یہ قول ہے کہ میرے یہاں رات اور صبح کے ملنے کے وقت ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ آنحضرت ادن کے وسط یعنی درمیان میں پیدا ہوئے اور اس وقت ربیع الاول کی گیارہ راتیں گزر چکی تھیں (یعنی ربیع الاول کی بارھویں تاریخ تھی"[19]

سندر لال نے اپنی کتاب میں آنحضور ﷺ کی والدہ کے بارے غلط موقف اپنی کتاب میں پیش کیا ہے ایسا موقف کسی بھی سیرت نگار کے ہاں نہیں ملتا ہے ہر سیرت نگار نے عربوں کے ہاں رضاعت کے متعلق یہی موقف اختیار کیا ہے کہ وہ لوگ اپنے بچوں کی تربیت اور اچھی پرورش کے لیے دیہی علاقوں میں بھیجا کرتے تھے اور مختلف دیہاتوں سے دایاں بچوں کے حصول کے لیے عرب کے شہروں کا رخ کرتی اور ہر سال بچے لے جاتی ان کو دودھ پلاتی اور رضاعت کے بعد ان کے والدین سے انعام و اکرام حاصل کرتی تھیں۔ آنحضور ﷺ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا کہ آپ ﷺ کو رضاعت کے لیے حضرت حلیمہ کے سپرد کیا گیا مگر سندر لال نے لکھا:

"آمنہ اتنی دکھی اور بیمار تھیں کہ وہ وہ سات دن سے زیادہ بچے کو دودھ نہ پلا سکیں۔ اس کے بعد کچھ دن تک عبد المطلب کے ایک دوسرے بیٹے ابولہب کی ایک باندی نے محمد صاحب کو دودھ پلایا۔ پھر مکہ کے پاس کی ایک پہاڑی سے بنی سعد قبیلے کی ایک عورت حلیمہ نے بچے کو اپنے گھر لے جا کر پالا۔ پانچ سال کی عمر ہونے پر دایہ حلیمہ نے بالک کو لا کر پھر سونپ دیا۔ لیکن اگلے سال ہی ماں آمنہ بھی چل بسیں۔"[20]

سندر لال نے صحیح مطالعہ نہ ہونے کے باعث اپنی کتاب میں حضرت آمنہ کو دکھی و بیمار بتایا ہے جس میں کوئی صداقت نہ ہے۔ ان کا یہ مفروضہ سیرت کے دیگر کتابوں کی رو سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ سیرت کی دیگر کتب کے مطابق عربوں کے ہاں رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے اور ان کی بہتر پرورش کے لیے دیہات میں بھیجا کرتے تھے تاکہ دیہات کی تازہ ہوا اور دلکش فضاء سے بچوں کے پٹھے مضبوط ہوں اور بچوں کا جسم مضبوط ہو اور دیہات کی مضبوط اعصاب کی مالک عورتیں ان بچوں کو دودھ پلائیں۔

### شبلی نعمانی کا موقف

"اس زمانہ میں دستور تھا کہ شہر کے رؤسا اور شرفا شیر خوار بچوں کو اطراف کے قصبات اور دیہات میں بھیج دیتے تھے، یہ رواج اس غرض سے تھا کہ بچے بدوؤں میں پل کر فصاحت کا جوہر پیدا کرتے تھے اور عرب کی خالص خصوصیات محفوظ رہتی تھیں۔ شرفائے عرب نے مدت تک اس رسم کو محفوظ رکھا۔"[21]

عربوں کے ہاں یہ رواج عرصہ دراز تک موجود رہا یہاں تک کہ بنو امیہ نے دمشق میں پائے تخت قائم کیا اور شاہانہ شان و شوکت میں کسری و قیصر کی ہمسری کی، تاہم ان کے بچے صحراؤں میں بدوؤں کے گھر میں پلتے تھے۔ ولید بن عبد الملک خاص اسباب سے نہ جا سکا اور حرم شاہی میں پلا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان بنی امیہ میں صرف ولید ہی ایک شخص تھا جو عربی صحیح نہیں بول سکتا تھا۔ غرض دستور مذکور کی بنا پر سال میں دو مرتبہ دیہات سے شہر میں عورتیں آیا کرتی تھیں اور شرفائے شہر اپنے شیر خوار بچوں کو ان کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔

### ابن کثیر کا موقف

"جب بنی سعد قبیلے میں مکہ میں بچوں کی پیدائش کی خبر ملی تو عورتیں ان بچوں کو اجرت پر دودھ پلانے کے لیے مکہ کی طرف لے گئی ان کے ساتھ حلیمہ سعدیہ بھی گئی۔ حلیمہ سعدیہ کا جانور کمزور تھا جس کی وجہ سے وہ آخر میں پہنچی تو سب عورتیں بچے لے کر جا رہی تھیں حضرت حلیمہ سعدیہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی کہ بچہ یتیم ہے۔ یہ سوچ کر حلیمہ سعدیہ خاموش رہی کہ یہ تو یتیم بچہ ہے اس کی اجرت کیا ملے گی۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئی حضرت آمنہ نے ان کو اجرت حلیمہ سعدیہ کی سوچ سے بھی زیادہ دی۔"[22]

ابن کثیر کے اس مؤقف کی بدولت سندر لال کا مؤقف کمزور دکھائی دیتا ہے جو انہوں رضاعت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت آمنہ دکھی اور بیمار تھیں۔ سندر لال نے عربوں کے رواج کی بات کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے دیہات میں بھیجا کرتے تھے اسے صحیح انداز میں بیان نہ کر پائے۔ انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت آمنہ نے اپنے بچے کو بیمار ہونے کی وجہ سے دودھ نہ پلایا۔

پنڈت سندر لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ: "حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری تیرہ سالوں میں نو شادیاں کیں۔" جبکہ سیرت و تاریخ کی کتب میں کی مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں سے نکاح فرمایا، ان کی تعداد گیارہ تھی، جن میں سے دو آپ کی حیات مبارکہ میں وفات پا گئیں۔[23]

سیرت ابن ہشام، سیرت ابن اسحاق، تاریخ طبری، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، سیرت مصطفی ﷺ اور طبقات ابن سعد میں بھی یہی مذکور ہے۔ مصنف مزید لکھتے ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک یہودی خاتون جن کا نام صفیہ تھا۔ بعد از نکاح بھی وہ اپنے یہودی مذہب پر قائم رہی جبکہ تاریخ اور سیرت کی کتب میں اس قسم کی کوئی بات یا دلیل سامنے نہیں آتی۔[24] حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قبول اسلام پر ایک مشہور واقعہ ہے جو صحیح بخاری اور دیگر احادیث کی کتب میں ملتا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک یہودی قبیلے کی سردار کی بیٹی تھیں۔ خیبر کی جنگ کے بعد جب مسلمان فتح یاب ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قیدیوں میں شامل کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نہایت حسن سلوک کیا اور انہیں آزادی دی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کیا۔ حضرت صفیہ جب دلہن بن کر مدینے میں تشریف لائیں تو ان کے حسن و جمال کا چرچہ سن کر خواتین انہیں دیکھنے کے لیے تشریف لائیں جن میں اماں عائشہ بھی نقاب اوڑھ کر شامل تھیں جب واپس لوٹنے لگی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اماں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو دیکھ کر پہچان لیا اور پوچھا کہ عائشہ کیا دیکھا، فرمایا کہ ایک یہودی کو دیکھ کر آئی ہوں اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو وہ مسلمان ہو چکی ہے اور اس کا اسلام نہایت ہی خوبصورت اور بہتر ہے۔[25] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ: "ربیع الاول 11 ہجری کو دوپہر کے ذرا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس دنیا سے چل بسی۔ علی، اسامہ، فضل اور کچھ اور لوگوں نے مل کر آپ کے جسد کو غسل دیا۔ جن کپڑوں میں وہ وفات پائے، ان کے اوپر دو سفید چادریں لپیٹ دی گئیں۔ سب سے اوپر میمن کی ایک دھاری دار چادر ڈال دی گئی۔ 24 گھنٹے تک جسد اسی طرح رکھا رہا۔ اگلے دن منگل کو شہر اور باہر کے سب لوگوں نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ ابو بکر اور عمر نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔"[26]

مصنف نے آخر میں غلطی یہ کی ہے کہ انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے مراحل میں ساتھ ہی جنازے کا ذکر کیا کہ مختلف گروہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ انور کے اندر جا کر جنازہ پڑھا۔ ممکن ہے کہ مصنف کو سمجھنے میں کچھ

غلطی ہوئی ہو در حقیقت وہ ایک سلام تھا جو ہر جماعت نے اندر جا کر صاحب تاج و معراج و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور پیش کیا تھا اسے جنازے کا نام نہیں دیا جا سکتا جس کے دلائل تمام تر کتب سیرت اور تاریخ کی کتب ملتے ہیں۔[27]

**اہم موضوعات سیرت کو ترک کرنا**

مصنف نے اپنی کتاب میں سیرت رسول ﷺ کے اہم موضوعات میں سے معراج النبی ﷺ اور معجزات النبی ﷺ کا موضوع اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے ان کی کتاب سیرت کی نامکمل کتاب دکھائی دیتی ہے۔

**خلاصۂ بحث**

سندر لال برصغیر کے ایک ہندو سیرت نگار کے طور پر سامنے آئے جنہوں نے سیرت رسول ﷺ پر ایک مختصر مگر جامع کتاب اعتدال کے ساتھ لکھی ہے۔ وہ ایک ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی مدبر و راہنما کی حیثیت سے برصغیر کے سیاسی و ادبی منظر نامے پر چھائے رہے۔ انہوں نے انسانی ہمدردی، رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی کے موضوعات پر خوب لیکچر دیے۔ ''حضرت محمد اور اسلام'' کے علاوہ بھی سندر لال نے کئی کتب لکھیں جن میں انسانی ہمدری، ہندو مسلم یکجہتی اور انگریزوں کے برصغیر پر ناجائز تسلط کو موضوع بنایا۔ سندر لال نے اعتدال کے ساتھ سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھایا انہوں نے اپنی کتاب میں ادبی رنگ پیش کیا ہے۔ اسلامی مصادر سیرت کے دلائل ان کے ہاں ناپید ہیں البتہ وہ آیات قرآنیہ و احادیث کے ادبی تراجم کتاب میں شامل کرتے ہیں۔ ان کی کتاب میں حوالہ جات نہیں لکھے گئے مگر سیرت کے اسلامی مصادر کے مطابق انہوں نے سیرت محمدیہ ﷺ کے تمام مشہور مکی و مدنی واقعات کو بیان کیا ہے معراج اور معجزات النبی کے متعلق ان کی کتاب میں مواد نہیں ملتا ہے حالانکہ یہ اہم موضوعات ہیں بلکہ سیرت کی مستند کتب میں پائے جاتے ہیں۔ سندر لال کی کتاب ''حضرت محمد اور اسلام'' کے مباحث سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو بطور حجت استعمال کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روئے زمین پر سب لوگوں کا ایک ہی دین ہے اور وہ دین اللہ تعالی کو ایک ماننا، نیکی کے کام بجالانا، دکھی انسانیت کی خدمت کرنا ہے، کتاب کے آخر میں سندر لال دین اسلام کی آفاقیت اور عالمگیریت پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ سندر لال کی کتاب ''حضرت محمد اور اسلام'' سیرت کی ایک عمدہ اور بہترین کتاب ہے جس کے مصادر سیرت کی مستند کتب سے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ کو دنیا کی مصلح اعظم شخصیت کے طور پر دکھاتے ہیں۔ سندر لال کی کتاب کا تنقیدی جائزہ ان کے بارے میں یہ واضح کرتا ہے کہ وہ ایک غیر متعصب ہندو تھے اور ان کی کتاب بھی اعتدال پر مبنی ہے انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی زندگی کے متعلق کوئی منفی بات نہیں لکھی ہاں مگر مطالعہ کی کمی کی وجہ سے بعض مباحث میں شاذ و نادر خامیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

**حوالاجات**

[1] آل احمد سرور، پیش لفظ، پچاسویں سال، انجمن ترغیب اردو ہند، علی گڑھ، 1957، ص7۔
[2] آل احمد سرور، پیش لفظ، پچاسویں سال، انجمن ترغیب اردو ہند، علی گڑھ، 1957، ص7۔
[3] سندر لال، انڈیکس، حضرت محمد اور اسلام، واسوانی پریس، الہ آباد، 1942۔
[4] بمبھر ناتھ، ضروری معاملہ، مشمولات: "حضرت محمد اور اسلام از سندر لال، واسوانی پریس، الہ آباد، 1942۔
[5] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ 7۔
[6] طبری، محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، نفیس اکیڈمی کراچی، 2004، V2، صفحہ 38۔
[7] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ 31۔
[8] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ 41۔
[9] القرآن، 96:1-5۔

[10] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ 56۔
[11] القرآن، 74:1-5۔
[12] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ۔78۔
[13] سندر لال، انڈیکس، حضرت محمد اور اسلام، واسوانی پریس، الہ آباد، 1942۔
[14] محمد اسلم قاسمی، سیرتِ حلبیہ، اردو بازار کراچی، 2009ص192۔
[15] ادریس کاندھلوی، سیرت المصحف، مظہری لائبریری، کراچی، سنندر، ص52۔
[16] ابن ہشام، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامک لائبریری، لاہور، ص۔62۔
[17] الازھری کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، جلد دوم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1420ھ، ص28۔
[18] ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، حصہ دوم، ص.717۔
[19] ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، حصہ دوم، ص.717۔
[20] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ 32۔
[21] شبلی نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، مکتبہ اسلام، 2012، ص۔137۔
[22] ابن کثیر، ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر، علامہ، حافظ، تاریخ ابن کثیر، جلد دوم، ترجمہ پروفیسر کوکب شادانی، صفحہ 172-174، نفیس اکیڈمی، کراچی، پہلا ایڈیشن، 1917۔
[23] ادریس کاندھلوی، محمد، سیرت مصطفی، مکتبہ عمر فاروق 491/4 شاہ فیصل کالونی کراچی 2013، جلد 3، ص۔147۔
[24] العسقلانی، احمد ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 8/210، حدیث نمبر: 11407۔۔
[25] ادریس کاندھلوی، محمد، سیرت مصطفی، مکتبہ عمر فاروق 491/4 شاہ فیصل کالونی کراچی 2013، جلد 3، ص۔188۔
[26] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، صفحہ 182۔
[27] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 5، صفحہ 265۔